زکوٰۃ

(معاشیاتی نقطۂ نظر سے)

(۳)

از جناب نعیم صدیقی

زکوٰۃِ کنوز | زکوٰۃ کنوز کا حکم جس آیت سے اخذ ہوتا ہے، وہ ہے:- "اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا....... الخ" اور اس آیت کی شرح اس تفسیری روایت سے ہوتی ہے جس میں اس آیت کے نزول پر صحابہ کرام کی تشویش کے جواب میں نبی صلعم نے واضح فرمایا ہے کہ آیت کی وعید اس "کنز" سے تعلق رکھتی ہے جس سے اللہ کا حق، یعنی زکوٰۃ ادا نہ ہو۔

کنز کے نصاب میں جو احکام نبوی وارد ہیں ان سے معانی اخذ کرنے میں اختلافات پائے جاتے ہیں لیکن ان اختلافات میں سے جوہر لیا جائے تو

چاندی کا نصاب	=	۵۲ تولہ بوزن رائج
سونے کا نصاب	=	۷½ " " "

قرار پاتا ہے۔

اب اس میں قدر واجب وہی $\frac{1}{40}$ یا ۲½ ٪ کی شرح سے ہے۔

اس کے بعد ایک اہم سوال باقی رہ جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر وہ نقدی جو سکوں کی شکل میں ہو، کیا اسے بھی زکوٰۃ کا مصدر و ماخذ قرار دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ ذرا سے تامل سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ "نقدی" فی الاصل تو سونا چاندی کا نام ہے اور سکے کو در حقیقت حکومت اصل نقدی کا قائم مقام ٹھیراتی ہے اور وہی قوت خرید (Purchasing Value) جو چاندی سونے میں قدیم زمانے

میں چلی آتی ہے، قانوناً سکوں میں منتقل کر دیتی ہے۔ اس وجہ سے سکہ درحقیقت چاندی یا سونے ہی کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے فقہاء نے سکوں کو (چاہے وہ کسی دھات کے ہوں) کنوز کے اندر شمار کیا ہے اور عملاً یہی تصور رائج ہے ــــ بجز ان لوگوں کے جو "زر" کی ماہیت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے اس تصور سے اختلاف رکھتے ہیں۔ درحقیقت "زر" چاہے سونے چاندی کے دھات سے وجود پاتے، چاہے چمڑے اور کاغذ کے ٹکڑوں سے[1]، اس کا کسی کے پاس ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ اس کے پاس اس قوت خرید (Purchosing Power) کا سونا چاندی ہے جو قوت خرید کسی "زر مصنوعی" کے لیے قرار دی گئی ہے۔ سکہ حقیقت میں اس امر کی سند ہے کہ ہر شخص اس کی مالیت کے سونے چاندی کا مالک ہے اور جو کچھ اسے سونے چاندی کے بدلے میں ملنا چاہیے وہی کچھ یہ مارکیٹ میں اس سکے کے بدلے میں ہر وقت لے سکتا ہے۔

چونکہ ہندوستان میں معیار "زر مسکوک" چاندی مقرر ہے، اس وجہ سے یہاں سکے کی مالیت (Purchosing Velue) چاندی سے مطابقت دی جاتی رہی ہے، نیز ایک دوسرے نقطۂ نظر سے کہ چاندی اور سونے کے نصابوں میں سے جو صورت زکوٰۃ کے وجوب کو پہلے لازم کرتی ہو، اسی کے اختیار کرنا چاہیے (یہ بھی فقہا کی استخراجی رائے ہے)، یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سکوں کی مالیت کو چاندی کے مقابل میں رکھ کر دیکھا جائے اور انھیں چاندی کا قائم مقام قرار دیا جائے۔ تیسرے یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ نبی صلعم نے چاندی کو ایک حد تک زکوٰۃ کے مسائل میں معیاری اور بنیادی اہمیت دی ہے اور سونے کو ثانوی، چنانچہ بعض فقہا نے اصل نصاب چاندی کا نصاب ہی قرار دیا ہے اور سونے کے نصاب کو اس سے مطابقت دیتے رہنے کا مسئلہ پیدا کیا ہے۔ اس مسئلہ سے چاہے ہم متفق نہ ہوں،

---

[1] زر کی ماہیت نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض علماء جو "سکے" پر زکوٰۃ کا وجوب مانتے بھی ہیں، نوٹ کے معاملہ میں وجوب زکوٰۃ کے خلاف ہیں۔ حالانکہ جس طرح سکہ عملاً بالکل سونے چاندی کا قائم مقام ہے۔ اسی طرح نوٹ سکے کا قائم مقام ہے۔ نوٹ کی حقیقت کو ایک دوسری طرح بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ دراصل ایک قرض یا امانت دی ہوئی رقم کی ایسی قطعی رسید ہے کہ اس کو ہر وقت cash کرایا جا سکتا ہے اور بالکل سکے کی سی قوت خرید رکھتی ہے۔

مگر چاندی کی "بنیادی" اہمیت بہرحال قابلِ تسلیم ہے۔

اب یہ طے ہو جانا چاہیے کہ سکوں کی کونسی مقدار بحالت موجودہ ۵۲ تولہ چاندی کی قائم مقام ہے ۲۴ فروری ۱۹۵۸ء کو بمبئی کی مارکیٹ میں چاندی کا نرخ ۱۵۳ روپے ۱۳ آنے فی سو تولہ تھا۔ اس حساب سے ۵۲ تولہ چاندی کی قائم مقامی ۸۰ روپے ۹ آنے ۱۱ پائی کے سکے کرتے ہیں۔ سہولت کے لیے ہم اس مقدار کو پورے ۸۰ روپے قرار دے لیں تو کوئی بڑا حرج واقع نہیں ہوگا۔

اس کے بعد ایک اور اہم امر یہ قابل غور ہے چاندی اور سکوں کا نصاب اور سونے کا نصاب کیا الگ الگ ملحوظ رکھا جائے یا مجموعاً دیکھ لیا جائے کہ چاندی یا سونے کے دونوں نصابوں میں سے کوئی مکمل ہوتا ہے یا نہیں اور پھر جو زکوٰۃ کی زیادہ مقدار واجب کرنے والا نصاب ہو اسے اختیار کر لیا جائے یہ ایک بڑا اہم اختلافی مسئلہ ہے اور ایک گروہ نصابوں کو جمع کرنے کا مخالف ہے اور دوسرا اس کا حامی ہے۔ ہم فقہی نقطۂ نظر سے ان پر کوئی تنقیدی بحث کیے بغیر یہ مناسب سمجھتے ہیں کہ نصابوں کو جمع کرنے کا اصول اختیار کریں، کیونکہ ہمیں جو حساب مرتب کرنا ہے اس میں تو یہی صورت سہولت پیدا کرتی ہے۔ ایک موٹا حساب اس سے یہ متعین ہو جاتا ہے کہ ۸۰ روپے کی مالیت کے سکے اور چاندی اور سونا بحیثیت مجموعی جس شخص کے پاس سال بھر جمع رہیں اس پر ۲½ فیصد زکوٰۃ واجب الادا ہوگی۔

ہندوستان کی زکوٰۃ کنوز کا اندازہ | ہندوستان کی بینک کے کنوز حسب ذیل صورتوں میں پائے جاتے ہیں:۔

۱۔ زیورات۔ ۲۔ نقد بدست۔ ۳۔ (ا) بنکوں میں رکھوائی ہوئی امانتیں۔ (ب) بیمہ کمپنیوں میں جمع کرائی ہوئی بچتیں۔ (ج) حکومت کو جاری کیے ہوئے قرض۔ (د) بنکوں اور بیمہ کمپنیوں کے حصص کی داخل کردہ قیمت۔

حقیقت میں ہندوستانی بینک کی زیادہ تر بچتیں تیسری صورت میں پائی جاتی ہیں، اور یہی صورت لمبے اور پیچیدہ حساب کی متقاضی ہے۔ سو اس پر بحث کو موخر کر کے پہلے ہم زیورات اور

"نقد بدست" (Cash in hand) کی صورتوں کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ مشکل یہ ہے کہ یہ پہلو ایسا ہے جس کے بارے میں اعداد و شمار کی زبانیں بالکل گنگ ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہی ممکن ہے کہ طائرِ قیاس پرواز کرے اور اس کا ایک طائرانہ جائزہ لے لے۔

ہندوستانی پبلک کی مالی حیثیت کے مختلف پہلو بیان کرتے ہوئے ہم نے لباس کے معاملہ میں جس طبقاتی تقسیم کا تذکرہ کیا ہے، اس میں بتایا تھا کہ ۱۰٪ آبادی کا لباس خاصہ اچھا ہے[1] پھر ۱۰٪ کا مناسب ہے، پھر ۱۰٪ کا بمشکل کافی! اس کے بعد بقیہ تعداد ضرورت سے بہت ہی کم لباس رکھتی ہے۔ ان معلومات کی روشنی میں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ لباس "اظہارِ نعمت" کا ایک مسلمہ ذریعہ ہے، اور آدمی کی مالی حالت اس سے ایک حد تک واضح ہوا کرتی ہے۔ پس اس نقطۂ نظر سے آخری ۱۰٪ طبقہ کو فقراء[2] میں رکھ کر پہلے اور دوسرے طبقہ کو جس کا مجموعی تناسب ۲۰٪ بنتا ہے، ہمیں اغنیاء میں لینا ہے، اور اس کے متعلق یہ "حسن ظن" قائم کرنا ہے کہ اس کے پاس کچھ زیور اور کچھ نقدی بہرحال سال بھر رہتی ہے۔

اس ۲۰٪ آبادی میں سے احتیاطاً مزید ۵٪ کو مستثنیٰ کر دیا جائے کہ اس کے اندوختے بھی قدرِ نصاب سے کم ہوں گے۔ لیکن بقیہ ۱۵٪ کے متعلق ہمارا اندازہ یہ ہے کہ ان میں خانگی اندوختوں کے لحاظ سے حسب ذیل طبقات پائے جاتے ہیں:۔

(۱) اس ۱۵٪ آبادی کا ۵۰٪ = ۷۰½ روپے تا ۲۰۰ روپے فی کس۔

(۲) 〃 〃 〃 〃 ۳۰٪ = ۲۰۰ 〃 تا ۵۰۰ 〃 〃

[1] یہ ان لوگوں کا طبقہ ہے جو لباس اپنی حیثیت سے کم کا پہنتے ہیں، مگر زیورات اور اندوختہ کے اعتبار سے خاصی اچھی حالت میں ہوتے ہیں۔

[2] یہ درحقیقت متوسط طبقہ میں سے قسمت کے چکر میں آئے ہوئے وہ لوگ ہوتے ہیں جو "طبیعت غزنوی اور قسمت ایازی" رکھتے ہیں، گھر چاہے کھانے کو کچھ نہ ہو لیکن لباس میں "تنزل" کا رنگ آنے نہیں دیتے۔ ان کے پاس اگر کچھ اندوختے نقد یا زیور کی شکل میں ہوں تو بھی وہ قدرِ نصاب سے کم رہتے ہیں۔

(۳) اس ۱۵ ہزار آبادی کا ۱۵ ہزار = ۵۰۰ روپے تا ۱۰۰۰ فی کس روپے

(۴) " " " ۵ ہزار = ۱۰۰۰ " تا ۵۰۰۰ " "

گویا خانگی اندوختوں کی زکوٰۃ کل ۶ کروڑ افراد پر آسکتی ہے اور اوپر کے طبقاتی اندازۂ کنوز کے لحاظ سے زکوٰۃ کا حساب یوں بنے گا:-

طبقات	کل تعداد افراد	اندوختہ فی کس (اوسطاً)	زکوٰۃ فی کس (اوسطاً)	طبقہ وار مجموعی زکوٰۃ
اول	۳۰۰۰۰۰۰	۱۳۵ — ۸	۳ — ۶	۱۰۱۷۱۸۷۵۰ روپے
دوم	۱۸۰۰۰۰۰۰	۳۵۰ — ۰	۸ — ۱۲	۱۵۷۵۰۰۰۰۰ "
سوم	۹۰۰۰۰۰۰	۳۵۰ — ۰	۱۸ — ۱۲	۱۶۸۷۵۰۰۰۰ "
چہارم	۳۰۰۰۰۰	۳۰۰۰ — ۰	۷۵ — ۰	۲۲۵۰۰۰۰۰۰ "

میزان جملہ مقدار زکوٰۃ ۶۵۲۹۶۸۷۵۰ "

یہ ہوئے پینسٹھ کروڑ انتیس لاکھ اڑسٹھ ہزار سات سو پچاس روپے سالانہ۔

اب بنکوں، بیمہ کمپنیوں، اور حکومت کو دیے ہوئے قرضوں کا اندازہ زکوٰۃ کنوز کے سلسلہ میں کرنا رہ جاتا ہے، اور اس اندازہ کے لیے اعداد و شمار کی کئی وادیاں طے کرنی ناگزیر ہیں۔

مندرجہ ذیل کتابیں چھپ رہی ہیں

پردہ - تفہیمات (نظر ثانی شدہ) - شہادت حق نیشنلزم اینڈ انڈیا (انگریزی) معاشی مسئلہ (انگریزی) نظریہ سیاسی (عربی)۔ حقیقت تقویٰ۔

"مینجر"